دوسری قسط

ہندو تہذیب اور مسلمان

از: ڈاکٹر محمد عمر صاحب
استاد تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

"اس مصرعہ میں مذہبی رواداری کا ایک بے پایاں جذبہ سمٹ آیا ہے۔ ایک ایسے دور میں جب مسلمانوں کا سیاسی اقتدار اپنے نصف النہار تک پہنچ گیا تھا ایک مذہبی پیشوا کا یہ برجستہ ارشاد صرف مذہبی رواداری کا ہی نہیں بلکہ ایک ایسی فکر کا بھی آئینہ دار ہے جس نے ہندوستان کی تہذیب کے "جلوۂ صد رنگ" کو سمجھ لیا ہو، اور جو یہاں کے تہذیبی نقشے میں "ہر دین" کو ہر قبلہ گاہ" دیکھنے کے لئے تیار ہو۔"[1]

یہ شیخ نظام الدین اولیاء کا اثر ہی تھا کہ امیر خسرو اپنی مذہبی رواداری کی وجہ سے مسلمانوں کی نظر میں بت پرست تھے امیر خسرو خود اس بات کی تصدیق اپنے ذیل کے شعر میں کرتے ہیں۔

خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند ۔۔۔ آرے آرے می کنم با خلق و عالم کار

مثنوی نہ سپہر میں امیر خسرو نے ہندو مذہب اور ان کے رسوم کے بارے میں جو اظہار کیا ہے اس سے ان کی مذہبی رواداری کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ امیر خسرو نے بت پرستی میں چھپے ہوئے جذبہ کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے۔

اے کہ ز بت طعنہ بہ ہندو بری ۔۔۔ ہم ز وے آموز پرستش گری

---

[1] سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات۔ از پروفیسر خلیق احمد نظامی (دہلی ۱۹۵۸ء) ص ۳۰۷ ایک مرتبہ کسی شخص نے شیخ نظام الدین اولیاء سے دریافت کیا کہ ایک ہندو ہے جو کلمہ پڑھتا ہے اور رسالت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہے لیکن جب اپنی برادری کے لوگوں سے ملتا ہے تو اس بات سے انکار کرتا ہے اور مسلمانوں کو آتے ہوئے دیکھ کر چپ ہو جاتا ہے خواجہ (شیخ) نے فرمایا کہ اس صورت میں معاملہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ چاہے تو عذاب کرے چاہے بخش دے اللہ ہی کہا کہ بعض ہندو جانتے ہیں کہ اسلام حق ہے لیکن مسلمان نہیں ہوتے۔ ارشاد محبوب دار و ترجمہ فوائد الفواد ص ۲۰۲۔

[2] تزک جہانگیری (فارسی) ص ۸۸

اسلامی تصوف کے اثر سے ہندوستان میں ایک روحانی تحریک وجود میں آئی اور اس ملک کے گوشے گوشے میں ہندو مبلغین اور مصلحین پیدا ہو گئے اور ویدک مذہب کی خرابیوں اور کمیوں کو دور کرنے کا نعرہ بلند کیا۔ ڈاکٹر تارا چند نے لکھا ہے۔

"اسلام کے اثر سے ہندو قوم میں مبلغوں کا ایک گروہ پیدا ہوا اور انھوں نے بھی اسی کام کو اپنا فرض اولین سمجھا جو مسلم صوفی کر رہے تھے۔ مہاراشٹر، گجرات، پنجاب، ہندوستان اور بنگال میں مصلحین نے چودھویں صدی عیسوی سے عمداً ہندوستان کے قدیمی مذہب کی کچھ باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا، اور کچھ باتوں پر عمل کرنے پر زور دیا اور اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے عقائد میں یگانگت پیدا کرنے کی کوشش کی[1]

ان مبلغوں میں کبیر داس،[2] گرونانک[3] اور چیتنیا مہا پربھو[4] قابل ذکر ہیں۔

ان بھگتوں نے ہندو اور مسلم دھرم کی تنقید سخت الفاظوں میں کی اور فرقہ وارانہ نزاع کی مذمت کی ذات پات کی تفریق کو برا بتایا اور یہ اعلان کیا کہ جو شخص بھی عبادت کرے گا اسے نجات مل سکتی ہے۔ اس کے لئے

---

[1] INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE: P. 137

[2] حالانکہ کبیر کے سال پیدائش کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے مگر بقول ڈاکٹر تارا چند کبیر ۱۴۲۵ء میں پیدا ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا جنم ایک بیوہ برہمنی کے بطن سے ہوا تھا۔ اس عورت نے لوک لاج کے خوف سے اس معصوم بچے کو بنارس کے ایک تالاب کے کنارے پر ڈال دیا تھا۔ اتفاق سے نیرو نامی جلاہے کا ادھر سے گذر ہوا اور وہ اس بچے کو اٹھا لایا۔ اس طرح کبیر کی پرورش نیرو اور اس کی نیما کے ہاتھوں ہوئی۔ کبیر نے اپنا بچپن ایک مسلمان کے گھر میں بتایا جو بہت غریب تھا اور اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام نہیں کر سکتا تھا۔ مختصر یہ کہ کبیر نے پیشہ بافی اختیار کیا اس زمانے میں بنارس ہندو مذہب اور تہذیب کا مرکز تھا۔ اس ماحول کے اثر اور افتاد طبیعت کی وجہ سے اس نے بہت جلد ہندو اور مسلم مذاہب سے واقفیت حاصل کر لی۔ روحانی ارتقاء کی غرض سے وہ راما نند کا مرید ہوا بعد ازیں اس نے ہندو بھگتوں اور مسلم صوفیوں سے روحانی تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد اس نے ہندو اور مسلم مذہب پر سخت تنقید شروع کی اور ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد انسانوں میں بلا تفریق مذہب محبت اور اخوت پیدا کرنا ظاہری رسم و رواج کی مذمت کی اور روحانی تعلیم پر زور دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ہندو اور مسلم (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

ظاہری چھاپات اور برہمنوں کی مدد کی ضرورت نہیں ہے انھوں نے خلوصِ نیت سے خدا کی عبادت کرنے بنی نوع انسان کے بھائی بھائی ہونے کی تعلیم دی اور اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی کشیدگی کو دور کرنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دونوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے مریدوں کا گروہ کبیر پنتھی کہلاتا ہے۔ مختصر یہ کہ کبیر نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں آپسی اتحاد اور یگانگت پیدا کرنے کی کوشش کی اور بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو:

Influence of Islam on Indian culture: PP145-165

ہفت تماشا (فارسی) ص ۵۷-۵۸

۱۲ تلونڈی نامی گاؤں (پنجاب) میں گرو نانک ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مہتا کالو چند تھا جو اس گاؤں کے زمیندار رائے بلر کے خزانچی تھے۔ سات سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم شروع ہوئی۔ ہندی اور سنسکرت کی تعلیم کے بعد ملا قطب الدین سے فارسی پڑھی۔ بعد ازیں نانک کو گھریلو کاموں میں لگایا گیا مگر اس کی بے توجہی سے والد کو بڑی مایوسی ہوئی لہٰذا اُسے سرکاری نوکری پر لگایا گیا مگر یہاں بھی فرائض کی انجام دہی میں غفلت کی وجہ سے اُسے برخاست کر دیا گیا۔ اس کے بعد نانک نے ترک دنیا کر کے مسلم صوفیوں اور ہندو بھگتوں سے روحانی ارتقاء کی تعلیم حاصل کی اور ہندوستان کے زیارت استھانوں کی سیاحت کی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ لنکا، فارس اور عرب کے ملکوں میں بھی گئے۔ آخر میں پنجاب میں آ کر ہندوؤں اور مسلمانوں میں یگانگت اور جذباتی ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔ گرو نانک سکھ مذہب کے بانی تھے۔ ۱۵۳۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔

برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ دبستان مذاہب (نول کشور) ص ۲۲۳-۲۴۰، ہفت تماشا (نول کشور ۱۸۷۵ء) ص ۴۵-۵۱۔

Influence of Islam on Indian culture PP 156-177

۱۳ اصل نام وشمبھر ناتھ اور ترک دنیا کے بعد چیتنیا لقب اختیار کیا۔ نودیپ (بنگال) میں ۱۴۸۵ء میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک طرف مسلم صوفیائے کرام اور مشائخ اور دوسری طرف ہندو بھگتوں، مصلحین اور مبلغین کی انتھک کوششوں اور جد و جہد کا نتیجہ اکبر بادشاہ کے "دین الٰہی" کے روپ میں ظاہر ہوا۔ ڈاکٹر تارا چند نے اکبری عہد کے ماقبل کی مذہبی اور سماجی تحریکوں کا جائزہ لے کر ان کے پس منظر میں یہ نتیجہ نکالا ہے:

"اکبر کا "دین الٰہی" ایک ایسے مطلق العنان بادشاہ کی ذاتی اختراع نہ تھا کہ جس کے قبضۂ اقتدار میں اتنی طاقت تھی کہ وہ اتنا تک نہیں جانتا تھا کہ اس کا استعمال کس طرح کیا جائے بلکہ (دین الٰہی) ان طاقتوں کا ثمرہ تھا جو ہندوستان کے سینے میں لہریں مار رہی تھیں اور کبیر جیسے بزرگوں کی تعلیمات میں جن کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ ان کوششوں کے راستے میں حالاتِ زمانہ مزاحم ہو رہے تھے لیکن آج بھی امر ناگزیر ہے اور مدبر اسی منزل کی طرف اشارہ کر رہی ہے"[۲]

اکبر بادشاہ نہ ہی خود کو مسلمانوں کا نمائندہ سمجھتا تھا اور نہ ہی اسلام کی نشر و اشاعت کو اپنا نصب العین خیال کرتا تھا۔ پہلے وہ ایک بادشاہ اور حکمران تھا اور اس کے بعد وہ ایک مسلمان۔ وہ اپنے ملک کے باشندوں کے مذہبی تفرقہ افرانفری اور "من و تو" کے جھگڑے کا بالکل خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ ملک کے تمام باشندوں کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۶ سال کی عمر میں ان کی شادی ہوئی اور انھوں نے اپنا اسکول کھولا۔ گیا میں ان کی ملاقات ایسور پوری سے ہوئی جو مادھا وندر پوری کے چیلے تھے چیتنیا ان کے چیلے ہو گئے اور وشنو دھرم اپنا لیا اپنے اسکول میں انھوں نے کرشن بھگوان کی تعلیمات کی اشاعت کی اور بھگتی کی تبلیغ کی اُن کے اثر سے تھوڑے ہی دنوں میں ان تعلیمات کا عام چرچا ہو گیا اور خاص و عام نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ ان کی وفات ۱۵۳۳ء میں ہوئی۔

برائے تفصیل: ملاحظہ ہو۔ Dr. Sukumar Sen: History of Bengali litrature (Sahitya Akadamy, New Delhi) PP 84-93-

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) ۲ Influence of Islam on Indian culture P.137

اس زمیں کی موت سے نیرنگ ہستی زندہ ہے
اٹھ کہ تیرے زخم کی خاطر میں لایا ہوں نمک
پھینک دے جامِ شکستہ! چھوڑ دے رنجِ فدک
اور رکھ دے ہاتھ سے کین و عداوت کا علم
ہے یہی اس عالمِ اسباب میں تسخیرِ غم

علم: تو تو بزمِ علم ہے۔
کیوں تو حرکاتِ لساں کی الجھنوں میں پھنس گئی؟
یوں لکھو یا ووں لکھو کی پستیوں میں دھنس گئی!
اٹھ اور اپنے خونِ دل کا تاجِ زرّیں کر قبول
گردشِ چرخِ کہن کے مست گہوارہ میں جھول

وقت: میں نے سطحِ آب پر خاکے بنائے سیکڑوں!
یہ بنانا اور مٹانا معنیٔ رفتار ہے!
جو ترا آزار ہے،
وہ نگاہ یار ہے!
ایک ہی جھونکے سے جو گر جائے وہ تن ہی نہیں!
"جو خزاں نادیدہ ہو بلبل وہ بلبل ہی نہیں"

سہیلیاں: خونِ دل میں غرقاب رہتے ہیں!
ہم غمِ آرزو میں بہتے ہیں!
حسرتوں کا بنا کے گلدستہ
تندیٔ آسمان سہتے ہیں!
ظلم کے خوابِ رفتہ کی تعبیر

ہو جاتی ہے۔"

"ورنہ ظاہر ہے کہ کسی دین و مذہب میں کوئی خاص خصوصیت نہیں۔ ایک ہی دلاویز حسن ہے جو مختلف طریقوں پر جلوہ آرائیاں کر رہا ہے۔"

"حقیقت یہ ہے کہ وجود کی ایک ہی وسیع چادر پھیلی ہوئی ہے جس پر طرح طرح کے نقش و نگار بنا لیے گئے ہیں۔ ایک شخص نفس کی توہین کو اپنا مطمح نظر جانتا ہے اور دوسرا اہل عالم کی نگہبانی کو خود اپنی حفاظت خیال کرتا ہے اس طرح ہر گروہ اپنے اپنے عقائد کی گرم بازاری کرتا اور خواب و خیال میں مسرور و دلشاد نظر آتا ہے۔

لیکن جب انسان اپنی ان عادات کو ترک کرتا ہے اور اس پر یک رنگی کی مہر انگیز شعاعیں پڑتی ہیں تو اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور تقلید کا شیرازہ بکھر کر تار تار ہو جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ دانائی کی مشعل ہر گھر میں روشن نہیں ہوتی اور ہر دل اس مبارک تنویر سے متنور و مجلا نہیں ہوتا۔

اگر اتفاق سے کوئی قلب ان رموز و اسرار سے آگاہ ہوتا ہے تو وہ جاہل و بدذوق افراد سے ڈرتا اور اپنی جان کے خوف سے ان حقائق کو زبان پر نہیں لا سکتا۔

اگر کوئی درد آشنا قلب مجبوراً ان اسرار کو ظاہر کرتا ہے تو کم فہم سعادت پذیر افراد اس کو دیوانہ سمجھ کر اس کے قول کا اعتبار نہیں کرتے اور بد سرشت نالائق اس کو کافر و ملحد کہہ کر اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیتے ہیں لیکن جب بنی نوع انسان کی بلندی طالع کا وقت آتا ہے اور مشیت الٰہی یہ ہوتی ہے کہ زمانہ حقیقت کے مبارک آثار و برکات سے مستفید ہو تو فرمانروائے وقت کو اسرار یکرنگی سے آشنا کیا جاتا ہے اور بادشاہ کی ذات ظاہری حکمرانی کے علاوہ باطنی رہنمائی بھی کرتی ہے۔

بغیر کسی ممکن واسطے کے نور آگاہی کی شمع فرمانروا کے قلب میں روشن ہو جاتی ہے اور صحیفۂ دل سے دوئی کے نقوش حرف باطل کی طرح مٹ جاتے ہیں۔

اس عالم میں پہنچ کر یہ بلند پایہ ہستی کثرت میں وحدت کا جلوہ دیکھتی اور شادی و غم درد میں یکساں

جذبات سے مبرا ہو کر عجیب خوشگوار اور باوقار زندگی بسر کرتی ہے۔

حضرت کے قلب مبارک میں ہدایت و رہنمائی کی لہریں اٹھیں اور بادشاہ حقیقت شناس نے مجبور ہو کر منصب پیشوائی اختیار کر تا مرضیٔ الٰہی سمجھا اور ہدایت کا دروازہ ہر خاص و عام پر وا کر کے حقیقت طلب تشنہ لبوں کو سیراب فرمانے لگے۔[1]

اکبر بادشاہ اُمّی تھا مگر اس کی دور بین نگاہوں، سیاسی بصیرت، معاملہ فہمی اور بیدار ذہن نے وقت کے تقاضے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور مغلیہ سلطنت کی جڑوں کو ہندوستان کی سرزمین میں مضبوط کرنے کی دلی خواہش نے اُسے اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ اُن تمام باتوں کو دور کرے جو اس مقصد کی تکمیل میں حائل ہو سکتی تھیں۔ اور وہ اس بات کو اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اگر مذہبی اختلافات باقی رہے تو اس کی حکومت کا شیرازہ ایک نہ ایک دن بکھر جائے گا۔ لہٰذا اُس نے خاص طور پر مذہبی اختلافات کو دور کرنے کی طرف پوری توجہ سے کام لیا۔ علاوہ ازیں اکبر کو اپنے دادا بابر بادشاہ کی وہ وصیتیں بھی یاد تھیں جو اُس کے باپ کو ورثے میں ملی تھیں۔ بابر بادشاہ نے ہمایوں کو ذیل کی وصیتیں کی تھیں:۔

ا۔ تمہیں اپنے دماغ کو مذہبی تعصب سے متاثر نہیں ہونے دینا چاہئے۔ بلا تعصب انصاف کرنا چاہئے اور ساتھ ساتھ ہر ایک طبقہ کے لوگوں کے مذہبی رسم و رواج کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے۔

۲۔ خاص طور پر گؤکشی سے پرہیز کرنا جو تمہیں ہندوستان کے لوگوں پر قبضہ کرنے میں معاون اور مددگار ہوگی اور اس طرح تم اس سرزمین کے لوگوں کو شکر گذاری کے رشتہ سے باندھ دو گے۔

۳۔ تمہیں کسی فرقے کی عبادت گاہوں کو کبھی مسمار اور برباد نہیں کرنا چاہئے اور ہمیشہ انصاف پسند رہنا کہ بادشاہ اور اس کی رعایا کے درمیان خوشگوار تعلقات رہیں اور جس سے ملک میں اطمینان اور امن کا دور دورہ ہو۔

---

[1] ملاحظہ ہو: آئین اکبری۔ از ابوالفضل (اردو ترجمہ) ج اوّل، حصہ اوّل ۱۹۳۸ء۔ آئین ۷۳، صفحات ۲۰۷

[illegible]

۴۔ اشاعت اسلام کا کام ظلم اور سختی کے بجائے محبت اور عہد و پیمان سے خوبی چلے گا۔
۵۔ اپنی رعایا کی مختلف خصوصیات کا اس طرح خیال رکھو جس طرح کہ ایک سال کے مختلف موسموں کا کیونکہ
اسی سے جسم مرض سے بری رہتا ہے۔

اے میرے بیٹے! ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اور یہ خدا کی شکر گزاری کی بات ہے کہ بادشاہوں کے بادشاہ نے اس ملک کی حکومت تمہارے سپرد کی ہے۔[۱]

یہ ان ہی نصیحتوں کا نتیجہ تھا کہ ہمایوں بادشاہ نے رانی کرناوتی کی بھیجی ہوئی راکھی قبول کر لی تھی۔ یہ رشتہ آہستہ آہستہ اتنا مضبوط ہو گیا کہ سلاطین دہلی کی طرح مغلوں نے بھی ہندوستان کو اپنا وطن اور دہلی کو اپنا گھر بنا لیا تھا۔

اکبر بادشاہ نے اس رشتہ اتحاد اور یگانگت کو استوار کرنے اور مستقل بنیادوں پر قائم کرنے کی باقاعدہ کوشش شروع کی اپنی رعایا کے مذہبی اور سماجی اختلافات اور تفریق کو نظر انداز کر کے اس نے ملک کے تمام باشندوں کے لئے سرکاری نوکریوں کا دروازہ کھول دیا اور تمام مذاہب کے لوگوں کو ایک رشتۂ محبت اور اخوت میں منسلک کر دیا اور ہندوستان کی مذہبی اور سماجی تحریک میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ ابھی تک اس تحریک کے پیشوا اور علم بردار صوفی اور مشائخ ہند و سادھو اور سنت تھے مگر اس کام میں دلچسپی لینا بادشاہ وقت نے بھی اپنا نصب العین بنا لیا اور اس فعل سے اس تحریک کو بہت تقویت ہوئی اور اس میں ایک نیا جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ بہادر شاہ ظفر[۲] کے زمانے تک پہنچتے پہنچتے مغل اور دوسرے مسلمانوں میں ایران اور توران کے لہو سے زیادہ ہندوستانی خون جوش مارنے

۱۔ S. R. Sharma: The Crescent in India (Bombay) P. 235

۲۔ ابو المظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ ابن محمد اکبر ثانی بادشاہ بن شاہ عالم ثانی ۲۰ شعبان ۱۱۸۹ھ لال بائی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ابو المظفر سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ اکبر ثانی کے انتقال کے بعد ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) کو تخت پر بیٹھے۔ سرکار کمپنی سے ایک لاکھ سالانہ پنشن ملتی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں (بقیہ حاشیہ

دران کی رگ رگ میں ہندوستانی عناصر سما چکے تھے۔

اکبر بادشاہ نے ان تمام پابندیوں کو برطرف کر دیا جن سے مذہبی اختلافات کی بنا پر ہندوؤں کو ایک شہری کے حقوق سے محروم رکھا گیا تھا۔ مثلاً جزیہ معاف کر دیا گیا، نئے مندر تعمیر کرانے اور بلا کسی حرج کے مذہبی رسوم کو ادا کرنے کی عام اجازت دے دی گئی اور اس طرح ہندوستانی رعایا کو ایک "شہری" کے حقوق سے سرفراز کیا گیا۔[1] ہندو گھرانوں سے شادی بیاہ کا رشتہ قائم کر کے اکبر نے دونوں مذہبی گروہوں میں ایک دوسرے کے مذہب اور تہذیب کے احترام اور پسندیدگی کے جذبے کو پیدا کیا اور اس دیوار کو، جس نے محکوم قوم کو سماجی علیحدگی میں مقید کر رکھا تھا، گرا دیا۔ محل کی ہندو رانیوں اور ان کی نوکرانیوں کو شاہی محل میں اپنے مذہبی عقائد پر عمل پیرا ہونے اور سماجی رسوم کو ادا کرنے کی پوری آزادی دی گئی۔

اکبر بادشاہ ہندوؤں کے تہواروں میں بڑی دلچسپی لیتا تھا اور دربار میں بڑی دھوم دھام سے اُن تہواروں کو مناتا تھا۔[2] ان باتوں سے ہندوؤں نے اکبر بادشاہ کو ایک اوتار کا روپ دے دیا، اور ہندوؤں میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جو اکبر کے درشن کئے بنا نہ تو کھانا کھاتا تھا اور نہ اپنا کوئی کام ہی شروع کرتا تھا۔ اس کی وفات کے بعد بھی وہ لوگ اس کے جانشینوں کی طرف بھی سابق طرزِ عمل رکھتے تھے۔[3]

باقی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) انھوں نے بڑی دلچسپی لی تھی۔ اس جرم کی بنا پر انگریزوں نے انھیں جلاوطن کر کے رنگون بھیج دیا تھا۔ وہاں ۱۸۶۲ء میں ان کا انتقال ہوا اور وہیں ان کی قبر ہے۔ بہادر شاہ شاعر بھی تھے اور ظفر تخلص کرتے تھے۔

ملاحظہ ہو بہادر شاہ ظفر اور اُن کا عہد (آج کل ستمبر ۱۹۶۲ء)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) S.R. Sharma Religious Policy of the Mughals, P.P. 18-20

[2] برائے تفصیل S.R. Sharma: Religious Policy of the Mughals: PP. 24-25

[3] Religious Policy of the Mughals: P. 43